

دے وہ جس قدر ذلت ہم سنسی میں ٹالیں گے
 بارے آشنا زکلا اُن کا پاسباں اپنا
 درِ دل لکھوں کب تک؟ جاؤں ان کو دکھلاؤں
 انگلیاں نگار اپنی، خامہ خو نچکاں اپنا
 گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا
 تنگ سجدہ سے میرے سنگِ آستاں اپنا
 تاکرے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو
 دوست کی شکایت میں، ہم نے ہم زباں اپنا
 ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے
 بے سبب ہو ا غالب دشمن آسماں اپنا
 میں نے جو معشوق کے
 حسن کی تعریف کی، تو جو شخص
 میرا محرم راز اور ہم نشین تھا،
 وہی سن کر میرا رقیب بن گیا
 کیونکہ اول تو ایسے پریوش
 کی تعریف تھی اور وہ بھی مجھ
 جیسے جادو بیان کی زبان سے
 پہلے مصرع کا دوسرا رکن یعنی
 اور پھر بیاں اپنا "سارے شعر
 کی جان ہے، جس کی خوبی بغیر
 ذوقِ سلیم کے معلوم نہیں ہو سکتی۔"

۲۔ شرح ۱۔ اس شعر
 کے دو معنوم بالکل واضح ہیں:
 ۱۔ محبوب نے غیر کی محفل

میں اتنی شراب پی لی، جس کی حد و نہایت نہیں۔ لیکن الہی! کیوں ایسا کیا؟ اس
 لیے کہ وہ غیر ہی کی محفل میں امتحان لینا چاہتے تھے، کس قدر پی کر ان پر بد مستی
 طاری ہو سکتی ہے۔ یعنی کتنے ساغر چڑھا کر وہ مدہوش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بزمِ غیر
 میں ایسی صورتِ حال کا پیدا ہونا عاشق کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔

۲۔ محبوب جب تک غیر کی محفل میں تھا، اسے زیادہ شراب پینے کا خیال ہی
 نہ آیا، لیکن میرے گھر آتے ہی اندھا دھند پی گیا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ دیکھے اور
 جانچے آیا اس کی بد مستی اور مدہوشی کے عالم میں میری طرف سے کوئی نازیبا حرکت
 نہیں ہوتی؟ یعنی مجھے آزمانے کے لیے اس نے زیادہ شراب پی لی۔